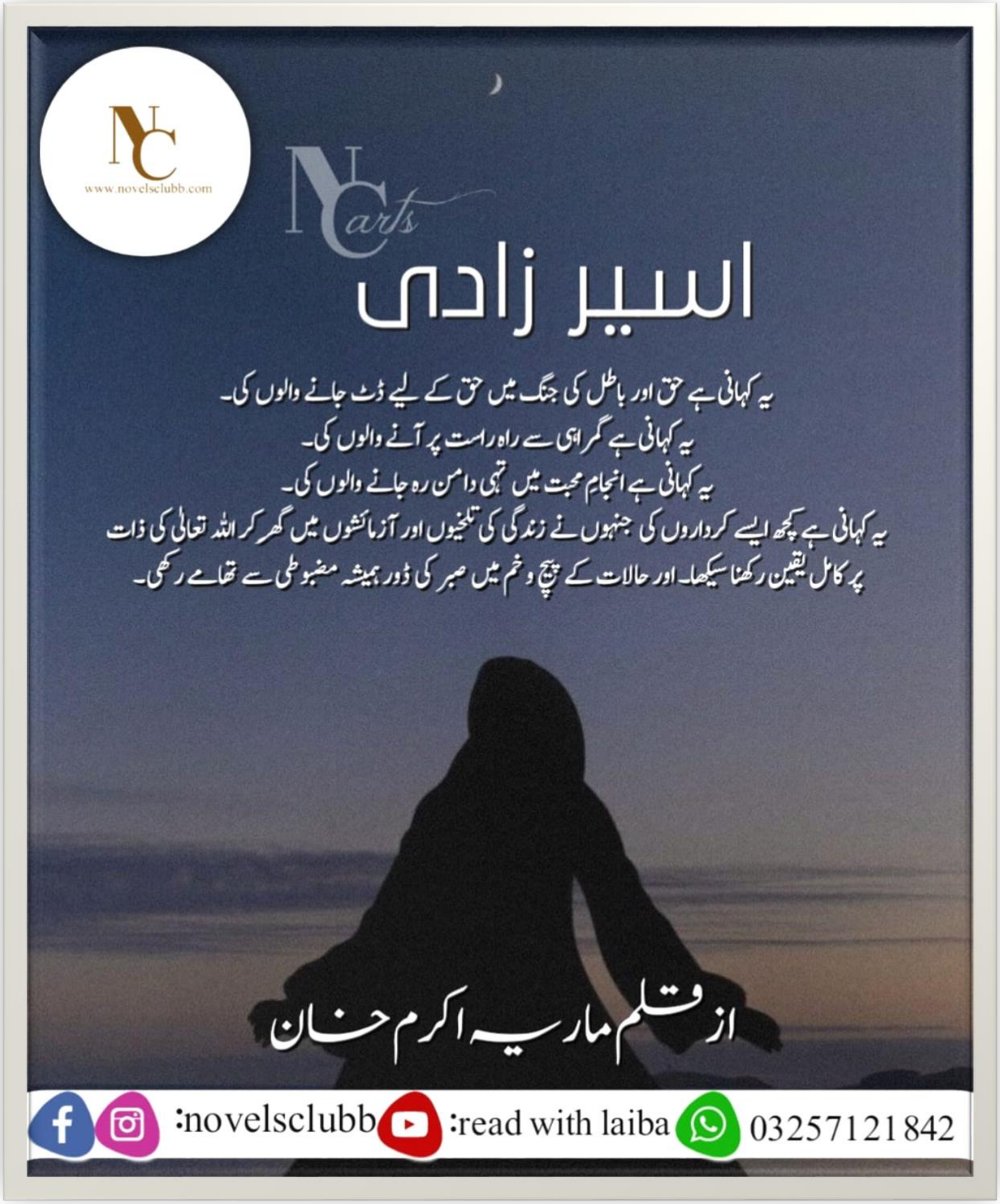
www.novelsclubb.com
NC arts
اسیر زادی
یہ کہانی ہے حق اور باطل کی جنگ میں حق کے لیے ڈٹ جانے والوں کی۔
یہ کہانی ہے گمراہی سے راہ راست پر آنے والوں کی۔
یہ کہانی ہے انجام محبت میں تہی دامن رہ جانے والوں کی۔
یہ کہانی ہے کچھ ایسے کرداروں کی جنہوں نے زندگی کی تلخیوں اور آزمائشوں میں گھر کر اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین رکھنا سیکھا۔ اور حالات کے پیچ و خم میں صبر کی ڈور ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رکھی۔
از قلم ماریہ اکرم حنان
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

اسیر زادی

از قلم

ماریہ اکرم خان

www.novelsclubb.com

آغاز:

رات کی گہری سیاہی میں وہ پیشانی پر بھی سیاہ بختی کی مہر لگوائے دونوں ہاتھ سختی سے کانوں پر جمائے اندھا دھند بھاگ رہی تھی۔اس کے باجود بھی سائے کی طرح تعاقب کرتیں آوازیں اسے ریزہ ریزہ کر رہی تھیں۔اس کے کان کے پردے پھٹنے کو تھے حالانکہ آوازیں اتنی تیز تو نہیں تھیں، پھر بھی وہ آوازیں اس کا دل تک چیر رہی تھیں۔جیسے لفظوں میں بھی نیزے نصب ہو گئے ہوں جو اسے گھائل کر رہے ہوں۔اس پہ سانسیں تنگ کر رہے ہوں۔ہوا کی طرح بے سمت، بنا کسی منزل کے چلتے ہوئے اس کی اذیتوں میں ہر گرزتے پل میں اضافہ ہو رہا تھا۔اور وہ آوازیں، وہ تو اب قہقہوں میں بدل گئی تھیں جو اس کی سیاہ بختی پر لگائے جا رہے تھے۔اس کے کردار پر ہتک آمیز جملے کسے جا رہے تھے اور اس کو رسوائیوں کی دلدل میں دھکیلا جا رہا تھا۔احساسِ توہین سے اس کی آنکھیں متواتر بہہ رہی تھیں، پاؤں شل ہونے

کو تھے اور سانس دھونکنی کی طرح چلنے لگی تھی۔ مگر وہ بغیر کسی راہ کا تعین کیے بھاگ رہی تھی۔ بھاگتے بھاگتے وہ کئی بار ڈھلوانی پگڈنڈیوں پر پھسل کر گری تھی اور گر گر کر اٹھی تھی۔ حالانکہ وہ اُٹھنا نہیں چاہتی تھی، سنبھلنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ گرنا چاہتی تھی، گر کر فنا ہو جانا چاہتی تھی۔ زمین کی آخری تہہ تک جا کر زندہ در گور ہو جانا چاہتی تھی اور پھر روز محشر تک بھی دوبارہ کبھی اس زمین پہ بسنے والوں کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

بارش کی تیز بوچھاڑ کے ساتھ وہ زمستان کی سرد ترین رات تھی۔ سرد ہواؤں کے ساتھ موسم کے تیور بھی ایسے خطرناک تھے کہ چند ہی گھنٹوں میں جل تھل مچ گئی تھی۔ یوں جیسے آج یہ گہرے سرمئی بادل سارا بوجھ زمین پر اتارنے کا عہد کر چکے ہوں۔ اور تیز برسات کے باعث بجلی کے بریک ڈاؤن میں سارا شہر نیم تاریکی میں

ڈوبا ہوا تھا۔ہر سو اس پہر ہولناکیاں پھیلی تھیں ساتھ ہی ایک عجیب انجانا سا خوف تھا جو ہر سو پھن پھیلائے ہوئے تھا۔

ایسے میں ایک شخص جھکے سر کے ساتھ کسی ہارے ہوئے جواری کی مانند سر داور پتھریلے ثاثرات لیے ہسپتال کی راہداری میں رکھی بینچ پہ بھیگے لباس میں بیٹھا تھا۔ اس کے لباس پر جابجا خون کے دھبے تھے۔رات کے اس پہر بھی ہسپتال کی سفید بتیاں روشن تھیں جبکہ سرخی لیے اس کی آنکھیں صرف اور صرف آئی سی یو کی طرف ہی مرکوز تھیں۔اور ساتھ اس شخص کے لبوں پر محض ایک ہی فقرہ مچل رہا تھا کہ "اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔"

اور اس کے ساتھ ہی جیسے کسی کو کھودینے کا خوف ہر شے پر غالب آرہا تھا۔جبکہ دل تھا کہ ہمک ہمک کے کسی معجزے کا منتظر تھا۔ایک امید کے تحت زندگی اور موت سے لڑتے جان سے بڑھ کر اس وجود کے لیے اس کا پور پور دعا گو تھا۔لیکن آج شاید دعاؤں کی قبولیت کی نامنظوری کا دن تھا یا پھر قدرت کی آزمائش آج اس کو منہ

کے بل گرا کر سب ملیامیٹ کرنے کہ درپہ تھی۔ جس سے وہ سراسر انجان تھا اور بھلا وہ خبردار ہو بھی کیسے سکتا تھا، اس وقت تو وہ انتظار کرنے اور دعا کے علاوہ کسی اور چیز پر اختیار ہی نہیں رکھتا تھا۔ اور جن دو چیزوں پہ اختیار تھا وہ تو اس کا کڑا امتحان ثابت ہو رہی تھیں۔ انتظار کی گھڑیاں طویل سے طویل تر ہوتی چلی جا رہی تھیں۔

اس کے ساکت اور جامد وجود میں ذرا سی جنبش تب ہوئی تھی جب معاً آئی سی یو کا دروازہ کھلا تھا اور اس شخص نے ڈاکٹر کو اپنی طرف آتے دیکھا تھا، وہ لمحے بھر کی تاخیر کیے بغیر سوکھے پتے کی مانند لرزتے دل کے ساتھ سو طرح کے وسوسے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔

www.novelsclubb.com

البتہ پاس آتے ڈاکٹر کا مایوس کن انداز ہی اس کی آدھی جان نکال گیا۔ جبکہ مزید اگلے ہی پل ڈاکٹر کے پیشہ ورانہ انداز میں کہے جملے نے تو اس کی رہی سہی جان بھی نکال دی تھی۔

"سوری! ہم مریض کو نہیں بچا پائے۔"

یہ لفظ اسے کسی گہری کھائی میں دھکیلنے کے مترادف تھے۔دل جیسے مٹھی میں لے کر پوری طاقت سے دبایا گیا ہو۔کرب سے اس نے آنکھیں میچیں تھیں۔تکلیف کی شدت ایسی تھی کہ اس کا جی چاہ رہا تھا ہسپتال کے در و بام ہلا دے جبکہ بے بسی ایسی تھی کہ اس کے سفید پڑتے لبوں پر قفل پڑ گیا تھا۔یکلخت اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کے جسم کے ہر اعضاء کو تیز دھار خنجر سے چیر دیا گیا ہو۔

جبکہ امید کی جوت تو ڈاکٹر کے بے رحمانہ لفظوں کے ساتھ ہی بجھ گئ تھی۔اور کون جانے یہ ہولناک رات اس کی زندگی سے اور کیا کچھ چھیننے آئی تھی۔یہ تو محض وقت کی پہلی ستم ظریفی تھی۔

ڈاکٹر اس کے شانے پہ ہلکا سا دباؤ ڈالتے جا چکے تھے۔

جبکہ اس شخص کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔

"نہیں! یہ نہیں ہو سکتا۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے وہ گہرے صدمے اور بے یقینی کی کیفیت کا شکار لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اسی بینچ پہ ڈھے سا گیا۔

www.novelsclubb.com

☆☆☆

"خیرن بوا، اس بار مجھے یہ سرخ چوڑیاں لینی ہیں۔"

اس نے سرخ اینٹوں والے کشادہ صحن کے بیچ و بیچ چارپائی پر بیٹھی ٹوکرے میں سے ہم رنگ چوڑیاں نکال کر سیٹ بناتی خیرن کو کہا، جو ہر بار کی طرح اس بار بھی ٹھیک ایک ماہ بعد خان حویلی میں موجود تھی اور مہرو کے پسندیدہ رنگ کو ذہن میں رکھتے ہوئے سیاہ رنگ کی چوڑیاں نکال کر ترتیب دے کر پھرتی سے سیٹ بنا رہی تھی کہ مہرو کے کہے جملے سماعت سے ٹکراتے ہی اس کے ہاتھ رکے اور چونکتے ہوئے سر اٹھا کر سامنے کھڑی مہرو کو دیکھا، جس کے صبیح چہرے پر آج ایک الگ ہی رنگ تھا۔

"ہائے نی کیوں مہرو! ہر بار تو تو ان کالی چوڑیوں کی فرمائش کرتی ہے۔"

ہاتھ میں پکڑی کالی چوڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے خیرن کی حیرت چھپائے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نہیں چھپ رہی تھی۔

"ہم نے ہی مہرو کو ان سرخ چوڑیوں کے لیے کہا ہے، دراب جو آ رہا ہے اور کچھ دن بعد تو ویسے بھی ہماری مہرو بیٹی کی رخصتی ہے اور اب کی دفع دراب مہرو کو اپنے ساتھ ہی شہر لے کر جائے گا۔"

جواب مہرو کے بجائے نارنجی رنگ کے ریشمی جوڑے میں ملبوس قیمتی زیورات سے پہنے صحن میں بچھے تخت پر بیٹھی زرنگار بیگم نے دیا۔

ان کے جواب پر جہاں مہرو کے چہرے پر گلال اترا وہیں خیرن بی نے بجھے دل سے اسے دیکھا۔اور حسبِ عادت دل کی بات زبان پر لانے سے خود کو روک نہ پائی۔

"بڑی بی بی! چھوٹا منہ اور بڑی بات، دراب سائیں کے دل پہ تو پہلے ہی اس شہر والی کا رنگ چڑھ چکا ہے۔ایسے میں مہرو بیٹی کا دل کیا خاک آباد ہو سکتا ہے۔" خیرن بی نے حسب عادت صاف گوئی کے تمام تر ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جس پہ زرنگار بی کڑے تیور لیے اٹھ کھڑی ہوئیں

لمحے بھر کے لیے مہرو کے چہرے پہ بھی تاریک سایہ سالہرایا۔ جبکہ انہیں اُٹھتا دیکھ خیرن کو اپنی جلد بازی کا احساس ہوا۔ تبھی گڑبڑاتے ہوئے مہرو کے لیے عجلت میں سرخ رنگ کی چوڑیاں ڈبے سے نکالیں۔

"جھلی ہو گئی ہے کیا خیرن؟ پتہ بھی ہے کیا بول رہی ہے، دراب خان کی زندگی میں صرف مہرو ہی ہے۔ اور رہی بات دراب خان کے دل کی تو اس میں بھی صرف اور صرف مہرو کا حق ہے کسی اور کی محبت کا رنگ اسے کاٹنا ہی ہو گا۔"

زرنگار نے یہ جملے خاصے زور دے کر کہے جسے سنتے ہوئے بجھا دل لیے کھڑی مہرو کے لبوں پہ امید بھری مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"معاف کیجیے گا بڑی بی بی!"

اب کی بار خیرن نے گڑبڑا کر کہا اور ہاتھ میں تھامی چوڑیاں جلدی سے مہرو کی نازک سی کلائی پکڑتے اس میں ڈال کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اچھا چلتی ہوں بی بی جی۔"

اجازت طلب کرتے ہوئے وہاں سے چوڑیوں کا ٹوکرا اٹھائے وہاں سے نکلی پر وسیع و عریض حویلی سے نکلتے ہی ان کے قدم سست پڑ گئے۔

"دل تے چڑھیے رنگ وی کوئی اتر دیں بھلاوے تے تن من مٹی کر کے ای مکھدیں۔"

تاسف سے بڑبڑاتے ہوئے انہوں نے ایک نگاہ گردن موڑ کر خان حویلی پر ڈالی پھر نفی میں سر ہلا کر قدم گھسیٹے اب ان کا رُخ گاؤں کے باقی گھروں کی جانب تھا۔

"مہرو دیکھ تو کیسی سج رہی ہیں تیرے ہاتھوں میں یہ چوڑیاں۔اور تو دل پہ نہ لے تو تو میری سوہنی دھی (پیاری بیٹی) اے یہ خیرن تو ہے ہی جھلی، جانے دے اس کی باتوں پہ دیہان نہ دے سارا پنڈ جانتا ہے اکبر کے جانے کے بعد سے ایسی ہی ہو گئی ہے۔ذرا جو عقل کی بات کرے۔"

زرنگار بی نے خیرن کے جاتے ہی اس کے سرخ چوڑیوں سے سجے ہاتھوں کو اپنے

ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

"تائی! سچ سچ بتائیں نا، دراب خان اب کی بار مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے مان تو جائیں گے نا؟"

اپنی بڑی بڑی آنکھوں میں تشویش لیے مہرو نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں مانے گا بھلا! ضرور مانے گا دیکھنا تیرے تایا نے اب کی بار اسے کوئی رعایت نہیں دینی۔اور ایک دن تو ہی اس کے دل کی ملکہ بنے گی اس کے دل سے اس لڑکی کی محبت کو مٹا کر صرف اور صرف اپنی محبت کا رنگ بھر دے گی، مجھے یقین ہے بس تو ڈٹی رہنا۔"

زرنگار بی کے لفظ ہمیشہ کی طرح نئے سرے سے مہرو کے دل میں پنپتے خدشات کو بہلا کر اسے نئی امید تھما گئے تھے۔

"دراب مصطفیٰ چار سال قبل تعلیم کے حصول کے لیے شہر گئے تھے۔اور جاتے جاتے اپنے باپ مصطفیٰ خان کی رکھی گئی شرط کے مطابق مہرماہ زیاد خان (مہرو) کو

اپنے نکاح میں باندھ کر گئے تھے۔ مہرو مصطفیٰ خان کے چھوٹے بھائی زیاد خان کی اکلوتی اولاد تھی زیاد خان اور ان کی زوجہ مہرتاج زیاد عمرے کی سعادت حاصل کر کے لوٹ رہے تھے کہ سے واپسی پر فضائی حادثے میں ہلاک ہو گئے تھے۔ اس وقت مہرو کی عمر محض چار سال تھی۔ اس لیے مصطفیٰ خان نے چھوٹے بھائی کی اکلوتی نشانی کی پرورش کا ذمہ اپنے سر لے لیا جبکہ زرنگار بیگم اور مصطفیٰ خان کی کوئی بیٹی نہ ہونے کی صورت میں اسے تایا تائی کی بھرپور محبت ملی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مہرو کو وہ دونوں کسی صورت خود سے الگ نہیں کرنا چاہتے تھے۔ تبھی دراب خان کے شہر جانے کا سنتے ہی مہرو سے ہر حال میں نکاح کرنے کی شرط رکھ دی اور دراب خان کو بھی اپنے خواب پورے کرنے کے لیے چار و ناچار مہرو سے نکاح کرنا ہی پڑا۔

جبکہ پچھلے کچھ عرصے سے دراب خان کا اپنی یونیورسٹی کی ایک لڑکی کی طرف بڑھتے رجحان کی اڑتی اڑتی خبریں بھی گاؤں بھر میں گردش کر رہی تھیں جو کہ مصطفیٰ خان کو اپنی ذلت کا باعث لگ رہیں تھیں۔ دوسری طرف یہ مہرو کی

خوشیوں کا بھی سودا تھا۔اسی لیے مصطفیٰ خان نے دراب خان کو ہر صورت خان حویلی بلا کر مہرو کو اس کے ساتھ رخصت کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

"ماما! ماما! کہاں ہیں آپ؟"

ڈائی کیے ہوئے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹے نیلے رنگ کی جینز پہ سیاہ رنگ کی لمبی قمیض پہنے وہ شہد رنگ آنکھوں میں شدید اشتعال لیے اپنے کمرے سے نکل کر ماں کو پکارتی تیزی سے سیڑھیاں اتر کر لاؤنج میں آئی۔ جبکہ جدید طرز پہ بنے کشادہ کچن میں کھڑی ملازمین کو رات کے کھانے کی ہدایت دیتیں خاتون کے ماتھے پہ بل پڑ گئے لاؤنج سے آنے والی آواز پہ وہ وہاں سے نکل کر سیدھی لاؤنج میں چلی آئیں۔

"کیا ہو گیا ہے عینا کیوں شور کر رہی ہو؟"

www.novelsclubb.com

الماس میر نے سخت تیور لیے کھڑی اپنی بیٹی سے پوچھا۔

"آپ کی صوفیہ آنی سے بات ہوئی تھی ماما؟"

وہ اب سینے پہ ہاتھ باندھے ماں سے استفسار کر رہی تھی۔

"ہاں، ہوئی تھی میری بات۔"

مختصر جواب دیتے اپنے مقابل کھڑی بیٹی کو دیکھا جس کے گزرے کچھ وقت سے مزاج ہر وقت بگڑے ہی رہتے تھے۔

"ماما! کیوں کیا آپ نے ایسا؟"

اس نے گہرے تاسف اور صدمے سے چور لہجے میں سوال کیا۔

"میں تمہاری ماں ہو عینا، تمہارے لیے جو بہتر سمجھوں گی وہی کروں گی۔"

الماس میر نے اسے سمجھانا چاہا۔

"ماما، میری بھلائی چھوڑ کر پلیز آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔" وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"اگر تمہیں مزید تمہارے حال پر چھوڑ دیا تو تم کہیں کی نہیں رہو گی سمجھیں، اگر اپنی پھوپھو اور باپ کی خود غرضی کی بھینٹ نہیں چڑھنا چاہتیں تو تمہیں میری بات ماننی ہو گی۔"

الماس میر نے اسے بازو سے پکڑتے سخت لہجے میں باور کرایا۔ جس پہ وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئی۔

"آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتیں ماما، پھر چاہے اس کے لیے مجھے کوئی بھی قیمت ادا کیوں نہ کرنی پڑے۔"

"ہو کیا گیا ہے آخر تمہیں سمجھ کیوں نہیں رہی ہو تم؟"

اب کی بار الماس میر کے لہجے میں بے بسی در آئی تھی۔

"مام سمجھ تو۔۔۔"

ابھی اس کی بات جاری ہی تھی کہ شہریار میر لاونج میں داخل ہوئے۔ جنہیں دیکھتے ہی وہ دونوں چپ سادھ گئیں۔

www.novelsclubb.com

"کیا ہو رہا ہے یہ۔۔"

کوٹ بازو پہ ڈالے آنکھوں سے گلاسز اتار کر بھرپور رعب دار انداز سے دونوں اُلجھتی ہوئی ماں بیٹی سے سوال کیا۔وہ بھرپور وجیہہ شخصیت کے مرد تھے، جنہیں دیکھ کر کہیں سے نہیں لگتا تھا کہ وہ جوان اولاد کے باپ ہیں۔

"کچھ نہیں، بس اعینان کچھ وقت کے لیے اسلام آباد جانا چاہتی ہے۔"

ساری بات اعینان کے خاطے میں ڈالتے ہوئے اسے دیکھتے سخت نظروں سے خاموش رہنے کی تنبیہہ کی۔ماں کے اس عمل پہ وہ کلس کر رہ گئی۔

"یہ میں کیا سن رہا ہوں اعینان، کیا تم واقع وہاں جانا چاہتی ہو؟"

شہریار میر نے قدرے اچھنبے سے پوچھا۔

جس پہ اعینان نے ایک نظر ملتجی نگاہ لیے پاس کھڑی ماں کو دیکھا اور چار و ناچار تمام ہتھیار ڈالتے ہوئے تاسف سے اثبات میں سر ہلا گئی۔

"جی، میں جانا چاہ رہی ہوں۔"

اعینان کا جواب الماس میر کو ڈھیروں سکون پہنچا چکا تھا۔

جبکہ شہریار میر نے اکھڑے لہجے میں بس اتنا ہی کہا۔

"ٹھیک ہے جو دل میں آئے کرو۔"

اس سے زیادہ وہ بیٹیوں کے معاملات میں دلچسپی نہیں رکھتے تھے اور یہی بات الماس میر کے لیے ہمیشہ سے دکھتی رگ کا کام کرتی تھی۔ مگر آج تو جیسے یہ غیر دلچسپی ان کے لیے کسی غنیمت سے کم نہ تھی۔ اعینان ایک نظر ماں کے چہرے پہ ڈالتے ہوئے، جہاں اب سکون سا پھیل چکا تھا خاموشی سے اپنے کمرے میں لوٹ آئی۔ اور کمرے میں آتے ہی دروازہ قدرے زور سے بند کیا۔ جس پہ اس کے کمرے میں موجود دانا نے ننھے نائل کو کاٹ میں سلاتے ہوئے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا ہوا اعینا؟"

"کچھ نہیں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انا کے پوچھنے پہ وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بیڈ پر آکر بیٹھی اور سر ہاتھوں میں تھام کر رہ گئی۔

☆☆☆

یہ اوائل جون کی تپتی دوپہر تھی۔ چلچلاتی دھوپ نے ہر ذی روح کو ادھ موا کر رکھا تھا۔یوں جیسے سورج سوا نیزے پر ہو۔چرند پرند بھی خشک زبان لیے اپنے گھونسلوں میں منہ دیے پڑے تھے۔

ایسے میں کوئی تھی جو بنا چلچلاتی دھوپ کی پرواہ کیے خان حویلی سے نکلتے کھیتوں کے راستے سے ہو کر سیدھا مانو کے گھر کے پچھلے حصے کی طرف نمودار ہوئی۔

"مانو!!!!مانو!!۔۔"

مانو کے کمرے کی واحد بوسیدہ کھڑکی سے اندر جھانکتے قدرے سرگوشی نما ہانک لگائی۔

www.novelsclubb.com

کچے کمرے میں رکھے ٹیبل فین کی زوردار آواز کے ساتھ کچھ دیر قبل ہوئے پانی کے چھڑکاؤ ہوئے کمرے کے بیچ و بیچ رکھی چارپائی پہ وہ نیم دراز تھی۔اس کے ساتھ ہی دوسری چارپائی پہ اسکی ماں بھی اس وقت خاصی پر سکون نیند سو رہیں تھیں۔

کمرے میں پھیلی سوندھی سوندھی مٹی کی خوشبو نے کمرے کے ماحول کو قدرے پر سکون کر رہی تھی۔مانو کھڑکی سے آتی آواز پر ہلکی سی چونکی اور موندی موندی آنکھیں کھول کر کھڑکی سے اندر جھانکتی مہرو کو دیکھا۔

"مہرو تو یہاں ! کیا کر رہی ہے"

پیروں میں چپل اڑستے وہ احتیاط سے کھڑکی کے پاس آئی اور مہرو سے استفسار کیا۔

"مانو ! تجھے لینے آئیں ہوں تو چلنا نہ میرے ساتھ سلاخ دار کھڑکی پہ ہاتھ جمائے کہا۔

جبکہ مانو اسکی بات سنتے ہی ہڑ بڑا گئ۔کیونکہ مہرو تپتی دوپہر میں پھر کوئی کارنامہ سر انجام دینے والی تھی اور ہمیشہ کی طرح ساری مصیبت معصوم ماں و کے سر آنی تھی.

"نہ مہرو ہر گز نہیں میں نہیں جاتی تیرے ساتھ پچھلی بار کریم چاچا نے پکڑ لیا تھا اور

ابا سے شکایت لگادی تھی۔

مانو منمنائی کیوں کہ جانتی تھی مہرو اتنی جلدی اسکی جان نہیں چھوڑنے والی اور اسے خطرے کی گھنٹی بجتی صاف سنائی دے رہی تھی۔اور اگلے پل یہی ہوا تھا۔

مانو چل نہ دیکھ سہیلی نہیں ہے میری اس بار پکا کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا اور اگر چل بھی گیا تو میں سنبھال لونگی بس تو چل تو سہی۔مانو کی نرم دلی سے سو فیصد فائدہ اٹھاتے۔اسنے چہرے پہ مصنوعی معصومیت سجا کر لجاجت کے تمام تر ریکارڈ توڑ ڈالے، ناچار مانو نے منہ کے زاویے بگاڑتے رضامندی ظاہر کی۔

"چل ٹھیک ہے آرہی ہوں پر دیکھ کچھ گڑبڑ ہوئی نہ تو سنبھال لینا تم۔

وہ اسے کہتے دبے پاؤں کمرے سے نکلی اور سیدھی گھر کے پچھلے حصے کی طرف آئی جہاں مہرو چہرے پہ پڑتی دھوپ سے بچنے کی ناکام کوشش کرتی ہاتھ کا چھجا بنا کر مانو کی راہ تک رہی تھی۔

"کہاں لگادی تھی اتنی دیر چل اب جلدی چل دیر ہو رہی ہے۔"

پھرتی سے مانو کا ہاتھ پکڑتی وہ تیزی سے چلتی آس پاس کا بھرپور جائزہ لیتے انور ملک کے آم کے باغات میں داخل ہوئی۔

"مہرو چھوڑ نہ یہ سب دیکھ میرا دل بڑا گھبرا رہا ہے اگر کسی کو پتہ چل گیا نہ تو خوا مخواہ میں مارے جائیں گے۔ماتھے پہ آیا پسینہ دوپٹے سے پونچھتی وہ دل ہی دل میں آیت الکرسی کا ورد کر رہی تھی۔

"فکر مت کر مانو! ڈر کے آگے ہی تو جیت ہے"

مانو کا روہانسی چہرہ دیکھتے وہ اپنی ہنسی بامشکل ضبط کرتے گویا ہوئی۔

"ہاں لیکن مجھے تو موت نظر آ رہی ہے"

مانو نے نخوت سے کہا۔

"تیرے ساتھ میں ہوں نہ پھر تجھے کیا فکر"

مانو کا ہاتھ پکڑتے اسے دلاسہ دیا۔

"اسی بات کی تو فکر ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور مجھے تو لگتا ہے مزید تیرے

www.novelsclubb.com

ساتھ رہی تو اپنی ٹانگوں کی انشورنس لازمی کروانی پڑے گی مجھے۔"

ایکی بار وہ گہرے صدمے سے گویا ہوئی جیسے جیسے وہ مہرو کے تعاقب میں قدم بڑھا رہی تھی ویسے ویسے اسکا دل خوف کے مارے پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تھا۔

"کچھ نہیں ہوتا ڈرپوک کہیں کی اور اب چپ کرو اور کام کرنے دو مجھے۔"

کہنے کے ساتھ اسنے ایک نظر قدآور آم کے درختوں کو دیکھتے جن پر لدی کیریوں کو للچائی نظروں سے دیکھا اور ان میں سے ایک درخت پر نظریں جمائے پتھر اٹھا کر تاک کر نشانہ لگایا۔ مگر اس بار اسکا وار بیکار ہی گیا تھا۔اور اسی کے ساتھ ملک انور کے چیلا جو انکی نظروں کی حدود سے دور تھا۔چارپائی پر لیٹا خود کو ہاتھ سے بنائے گئے پنکھے سے ہوا دیتا نیم دراز تھا اور اسی کے ساتھ کچھ فاصلے پر ایک درخت کے ساتھ کتا بھی یہاں کی چوکیداری کے لیے باندھا گیا تھا۔یہی نہیں یہ آم کا باغ تھا بھی ملک انور کے ڈیرے کے پاس والی زمینوں میں۔

اس وقت باغ میں ہوئی ہل چل کے باعث کتے نے بھونکنا شروع کردیا تھا۔اور اسی

کے ساتھ وہاں چارپائی پر لیٹا ملک انور کا چیلہ بھی چوکنا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"کون ہے وہاں..!"

دوسرے جانب ملک انور کے ملازم کی آواز سنتے ہی دونوں کے چھکے چھوٹ گئے۔

اور مانو کی تو پریشانی سے رنگت ہی پل بھر سفید پڑ گی۔ جبکہ مہرو نے خود پہ قابو پالیا۔

اور اگلا عمل یوں مانو جیسے خود ساختہ تھا۔ اور اگلے ہی پل آؤ دیکھا نہ تاؤ پتھر ہاتھ لیے

اور تاک کر دو سے تین نشانے لگائے اور پھرتی سے نیچے گرنے والی کیریوں کو

دوپٹے کے پلے میں بھرتے۔

"مانو بھاگ۔" کی صدا بلند کی اور مدہوش زمانہ ماہنور عرف مانو کو گھسیٹتے وہاں سے

نکلی۔ کیونکہ ملک انور کے چیلے کو سو فیصد یہ کسی بچے کی شرارت لگی تبھی ترنت کتے

کو کھول دیا۔ جبکہ قریب آتی کتے کی آواز نے جیسے دونوں بکھلا کر رکھ دیا ہو۔ اور اسی

صورت میں مہرو کے دماغ نے تیزی سے کام کرنا شروع کر دیا تھا وہ بجائے وہاں

سے بھاگتے ہوئے سیدھی سڑک پہ نکلنے کے سفیدے کی ایک ایکڑ زمین میں جا گھسی

www.novelsclubb.com

اور کچھ وقت وہیں گزارا تھا۔اتنی دیر میں ملک انور کا چیلہ ارد گرد دیکھتا بالآخر اپنی سست طبیعت کے ہاتھوں مجبور کچھ ہی دیر میں کتے کے گلے پہ پٹا ڈالتا واپس آم کے باغ کی طرف چلا گیا۔اور وہ دونوں سکھ کا سانس لیتے ایک بار پھر پھونک پھونک کر قدم رکھتے بالآخر اپنی زمینوں کی طرف نکل آئیں۔

اور آکر ٹیوب ویل سے ہاتھ منہ دھو کر وہیں سے بہتی ندی کی پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ گئیں اس طرف ٹالی اور بیری کے درخت تھے جس باعث ان دونوں نے اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔اس قدر شدید دھوپ میں اتنی دیر کی مشقت کے بعد دونوں کے چہرے گرمی کی شدت سے تمتما رہے تھے

"آج تو مارے گے تھے مہرو۔"

پلیٹ میں رکھی کیریو کو چھیلتے جنکے کے چھلکے اور وہ بہتی ندی کے پانی میں ہی بہا رہی تھی ساتھ اپنے کچھ دیر قبل والے کارنامے کو جھری جھری لے کر یاد کرتے مہرو سے مخاطب تھی۔زمینوں کے معاملات کو لیکر مصطفیٰ خان اور ملک انور کے مابین

کئی سالوں سے تصادم چل رہا تھا۔اور یہی نہیں دونوں حریفوں میں سے کوئی بندہ بھی ایک دوسرے کی زمینوں کے آس پاس بھی نہیں بھٹکتا تھا۔ایسے میں ایک مہر ماہ زیاد تھی جو سارے پنڈ میں دندناتی اسی طرح کے کارنامے سرانجام دیا کرتی تھی مگر ہر بار وہ ملک انور کی زمینوں کی طرف جانے سے گریز کرتی مگر اس بار چونکہ وہ شہر جا رہی تھی تو جانے سے قبل اپنی یہ حسرت بھی پوری کر کے ہی جانا چاہتی تھی۔

"ہاں ماہ بدولت مہرو کوئی کام ٹھان لے اور اسے پورا نہ کرے یہ ہو سکتا ہے بھلا۔"

مہرو نے ایک ادا سے کہا اور دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہنس دی۔

"چل شہر جانے سے پہلے ملک انور کی زمینوں پر جانے کی حسرت بھی پوری ہو گئی ۔"

وہ دل میں آئی بات زبان پر لے ہی آئی۔

پر اسی کے ساتھ مانو کی آنکھوں میں ڈھیروں اداسیاں سما گئیں۔

"مہرو تو شہر جا کر سب بھول جائے گی۔"

چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں اداسی لیے وہ اب مہرو سے پوچھ رہی تھی۔

جبکہ مہرو نے سر اٹھاتے اسے دیکھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہے مانو میں بھلا کیسے بھول سکتی ہوں کچھ بھی۔"

کیونکہ مہرو کے جانے کا سن کر ہی مانو پلیٹ میں کٹی ہوئی نمک مرچ لگی کیریو سے ہاتھ روک کر بیٹھی تھی لہذا مہرو نے اپنے ساتھ اسکے حق پہ بھی ڈاکا ڈالتے اطمینان سے جواب دیا۔

ویسے تو وہاں جا کر کیا کیا یاد کرے گی زرا مجھے بھی تو بتا۔

مانو نے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھتے تجسس کے دروازے وا کیے جیسے اپنا من پسند جواب سننا چاہا ہو۔

"میں سب سے زیادہ کیا کیا یاد کرونگی۔"

"جواباً مہرو نے آنکھیں میچتے کچھ سوچ کر آنکھیں کھولیں۔

"ہاں یاد آیا! میں تو سب سے زیادہ تائی اور تایا کو یاد کرونگی خیرن بوا کو اور انکی لائ

چوڑیوں کو اور ساتھ جو گرمیوں میں ہم ملکر کلفی کھاتے تھے وہ یاد کرونگی اور جو سارے پنڈ میں رات کے وقت زمینوں میں کام کرتے ٹریکٹر پر پرانے دور کے گانے لگے ہوتے ہیں۔انھیں بڑا یاد کرونگی میں۔"

اسنے بھرپور سنجیدگی اختیار کرتے مانو کو جواب دیا جب کہ اسکی آنکھیں مہرو کا جواب پاتے دکھ اور صدمے کے احساس سے پھٹی پھٹی کی رہ گئیں۔

"جائی تجھے یہ سب تو یاد رہے گا پر میں نہیں یاد آؤنگی۔

اسنے تڑخ کر جواب دیا۔

جس پہ وہ کھلکھلا کر ہنس دی گو کہ یہ سب مانو کو تپانے کے لیے ہی تھا۔

"ارے جا پاگل کہیں کی میں تو تجھے یونہی تنگ کر رہی تھی۔سب سے زیادہ تجھے ہی یاد کرونگی کی پورے پنڈ میں بھلی تیری جیسی دوست ہے کوئی میری۔

وہ دونوں اب کھانے پینے کا شغل پورا کر چکی تھیں لیکن واپسی کی راہ لیتے ہوئے بھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

باتوں کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔

"ہمم! یہ کی نہ تونے ایک دم پتے کی بات۔"

مانو کا انداز سراپا فخریہ تھا۔

"ویسے مہرو برا نہ مانے تو ایک بات پوچھ سکتی ہوں۔"

ابکی بار مانو کے انداز سے سنجیدگی جھلکتی تھی۔

"دیکھ مانو جہاں تک میں تجھے جانتی ہوں تو نے مجھ سے بات تو ہر حال میں پوچھنی ہے چاہے مجھے اچھی لگے یا بری پھر بھلا اس تمہید کی کیا ضرورت پڑی تجھے جو پوچھنا ہے پوچھ لے۔"

مہرو نے مسکرا کر کہا۔

"ہمم کہتی تو ٹھیک ہے مہرو خیر مجھے یہ پوچھنا تھا کہ دراب سائیں تو کسی اور پسند کرتے ہیں پھر بھلا تو کیسے ان کے ساتھ رہ پائے گی۔"

گاؤں والوں سے دراب خان کے متعلق طرح طرح کی چہ مگوئیاں سن سن کر مانو

بھی خاصی متفکر تھی مہرو کی طرف سے تھے، آخر کو مہرو کی اس واحد دوست جو تھی۔

"دراب خان صرف اور صرف میرے ہیں، وہ کہیں بھی چلے جائیں آخر کو لوٹ کر تو میری ہی طرف آئیں گے، اور تائی کہتی ہیں عورت کو مرد کو قابو میں کرنا آنا چاہیے عورت کی خوبصورتی مرد کو قائل کرنے کے لیے بہترین ہتھیار ہوتی ہے"۔

مہرو تائی کے پڑھائے سبق کسی رٹو طوطے کی طرح مانو کے سامنے پڑھ رہی تھی۔ جبکہ مانو ٹھٹھکی تھی اس کی باتوں سے کہیں زیادہ اس کے انداز پر مہرو ایک بار خاصی بدلی بدلی سی لگی تھی اسے۔ پر مہرو کی بات پر وہ محض بحث سے بچنے کے لیے تائید میں سر ہلا گئی۔ جبکہ مہرو کو الوداع کہتے اپنے گھر کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوتے اس کا ذہن کئی مختلف سوچوں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

"کتنی نادان ہے مہرو بھی بھلا بات صرف خوبصورت چہروں کی ہوتی تو محبت کے

لغوی معنی ہی کچھ اور ہوتے محبت تو بے اختیار جزبہ ہے۔جو محبوب کی شکل و صورت یہ حسب و نسب کے فرق مٹائے بھی کی جاسکتی ہے۔"

تاسف سے سوچتے وہ مرے مرے قدم لیے صحن میں چارپائی پر بیٹھ کر سبزی کاٹتی اپنی ماں کے پاس چلی آئی۔

☆☆☆

بارش تھم چکی تھی کچھ ہی دیر میں بادل بھی چھٹ چکے تھے۔۔اور یوں اس وقت آسمان بلکل شفاف تھا بالکل شفاف تھا،ساتھ ٹمٹماتے تارے اور آسمان کے سینے میں جگمگاتا چاند روئے زمین پر ساکت نگاہ ڈالے ہوئے تھے۔ایسے میں وہ رات آنکھوں میں کاٹنے کا مکمل ارادہ رکھتی تھی۔اپنی سوچوں میں غرق وہ نیند سے کوسوں دور لگتی تھی،ایسے میں مسلسل کئی گھنٹوں سے جاگنے کے باعث اعصاب پر بری طرح تھکن سوار ہونے لگی تھی۔کروٹ بدلتے ایک نظر پُر سکون نیند سوتی انا کو دیکھا وہ شادی کے بعد جب یہاں ٹھہرنے آتی تو سارا گھر چھوڑ کر اعینان کے

www.novelsclubb.com

کمرے میں ہی ڈیرہ جما لیتی۔اس وقت بھی وہ اپنے لیے کافی بنانے جا رہی تھی۔

گہری نیند سوتی انا کے معصوم چہرے پر پھیلے سکون کو وہ رشک بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اتنا سب ہو جانے کے بعد بھی یہ کیسے اتنی پر سکون ہے، ہمیشہ کی طرح آج بھی کتنی معصومیت ہے اس کے چہرے پر، پھر بھلا میں کیوں آخر پانچ سالوں سے اس قدر بے سکون ہوں۔"

انا کا کمزور سا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔

"یہ صبر ہے اعینان میر، جو آج تک کبھی تم نہیں کر پائیں، وہ انا میر ضوریز نے زندگی کے ہر موڑ پر کیا ہے۔"

دل کے کسی کونے میں اس نے اعتراف کیا تھا پر کیا وہ سچ میں بے صبری تھی۔ہمیشہ کی طرح آج بھی یہ سوال ضرور اس کے ذہن کے پردے پر ابھرا تھا۔

مگر اس کا جواب تو خود بھی نہیں جانتی تھی شاید زندگی کے کسی مقام پر جا کر وہ اس

سوال کا جواب پا سکتی تھی۔

ایک گہری سانس بھرتی وہ کمبل کھول کر اناپر ڈالتے ہوئے دبے پاؤں کمرے سے نکلی اور اپنے لیے کافی بنا کر لان میں رکھے جھولے پر آبیٹھی۔

گو کہ بارش کافی گھنٹے پہلے ہی تھم چکی تھی۔ مگر لان کی گھاس اس وقت بھی کافی نم تھی۔

ایسے میں پیروں سے سلیپرز کو اتار کر لان کی ٹھنڈی گھاس پر پیر ٹکاتے وہ کچھ پل کے لیے آنکھیں موند گئی۔ ساتھ خود کو دوبارہ ان سوچوں میں دھیرے دھیرے غرق ہوتا پایا جو پچھلے کچھ وقت سے اس کے حواس مختل کر رہی تھیں۔

اسلام آباد وہ جانا نہیں چاہتی تھی جبکہ دوسرا کوئی آپشن اس کے پاس موجود نہیں تھا۔ عجیب کشمکش تھی جو اعصاب پر یوں ہتھوڑے برسا رہی تھی۔ کیا زندگی اسے دوبارہ اسی موڑ پر لے جانے والی تھی۔

"نہیں اعینان میر، اب تو بہت دیر ہو چکی ہے۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کا کوئی فائدہ

نہیں۔"

خود سے ہی الجھتے وہ خود کو باور کروا رہی تھی۔ کتنا عرصہ ہوا تھا اپنے آپ سے لڑتے ہوئے، پتہ نہیں وہ خود کو کس مقام پہ لے آئی تھی۔ بعض دفعہ گھنٹوں بیتی یادوں میں کھوئی رہتی اور بعض دفعہ اس قدر سفاکیت پر اتر آتی تھی کہ ماضی سے جڑی ہر یاد اور ہر چیز کو جلا کر بھسم کر دینا چاہتی تھی۔

"ماما ٹھیک کہتی ہیں شاید میں سب کچھ بگاڑ چکی ہوں۔ پر سب کچھ تو پہلے ہی ختم ہو چکا تھا بھلا میرے اختیار میں تھا ہی کیا، سوائے اس کے کہ میں خاموش تماشائی بنی رہوں اور ایک دن سب ریت کی طرح ہاتھ سے نکل جائے۔ پر میں سچ سے منہ تو نہیں موڑ سکتی۔"

آنکھوں کے کنارے ہلکی سی نمی لیے ہوئے تھے۔ کئی سالوں بعد بھی وہ اپنی حد سے زیادہ حساسیت کو ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائی تھی۔

"عینا سوئی کیوں نہیں تم اب تک؟"

انا کی آواز پر سوچوں کی گرداب سے نکلتے وہ چونک کر رہ گئی۔ پھر انا کو دیکھا جس کی آنکھیں ابھی بھی نیند سے بوجھل لگ رہی تھیں۔

"نیند نہیں آرہی تھی، انا بس اس لیے لان میں چلی آئی۔"

"حد کرتی ہو عینا تم بھی اتنی ٹھنڈ میں لان میں بیٹھ کر خود کو بیمار کرنے کا ارادہ ہے کیا؟"

ہاتھ میں تھامی شال جو کہ وہ اندر سے اعینان کے لیے ہی لائی تھی اسے پکڑاتے وہ خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ گو کہ بخوبی اندازہ تھا اسے اعینان موسم کی پرواہ کیے بغیر ہی لان میں بیٹھی ہو گی۔

"میں اندر ہی آرہی تھی انا۔"

مگ کے کنارے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

"ماما کی وجہ سے اپ سیٹ ہو؟"

اس کے ستے چہرے اور سرخ آنکھوں پہ نگاہیں جمائے انا نے سوال کیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"نہیں میں تو خوش ہوں ان کی روز کی ایموشنل بلیک میلنگ پر۔"

اعینان نے کلس کر جواب دیا۔

جبکہ اس کے اس جلے کٹے انداز پر انا کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ در آئی۔

"تو مان کیوں نہیں لیتی ان کی بات، تھوڑا سا خوش ہونے کا موقع انھیں بھی تو ملنا چاہیے۔"

انا کی بات نے اعینان کو قدرے جھنجھلا کر رکھ دیا۔

"تم جانتی ہو نا، میں یہ نہیں کر سکتی۔ کم از کم تم تو مجھے سمجھو یار۔"

اعینان نے تاسف سے کہا۔

"عینا، ایک بار سب کچھ بھولنے کی کوشش تو کرو۔"

اب کی بار انا کے لہجے میں نرمی اور تفکر بیک وقت نمایاں تھا۔ اپنی ماں جائی کو اس طرح دیکھنا اس کے لیے بھی کوئی کم تکلیف دہ نہیں تھا۔

"اطمینان رکھو انا میر، میرے بھولنے یا یاد رکھنے سے کہیں کوئی تبدیلی نہیں آئے

www.novelsclubb.com

گی۔"

وقت کی کرم نوازی نے ضرورت سے زیادہ ہی حقیقت کا آئینہ دکھادیا تھا اسے۔

تبھی لہجہ ہر قسم کی لچک اور مروت سے عاری تھا۔

"وہ اس کا بھائی تھا عینا۔"

انا نے خاصے جھجھکتے ہوئے بات چھیڑی۔

"باقی لوگوں سے بھی کوئی رشتہ تھا اس کا۔"

"وہ بہت قریب تھے اس سے، تم یہ بات جانتی تو ہو۔"

انا کا انداز تلخی لیے ہوئے تھا۔

"وہ تو تمہارے لیے بھی بہت پوزیسو تھا، مجھے تو یہ بھی یاد ہے انا۔"

اعینان کا لہجہ بھی خاصا چبھتا ہوا تھا۔

"ہاں جانتی ہوں عینا پر وہ تم سے بھی محبت کرتے تھے، میں تو یہ بھی جانتی ہوں مان

تھا انہیں تم پہ۔ تمہیں نہیں لگتا تم نے غلط فیصلہ کیا ہے؟"

www.novelsclubb.com

انا نے پھر جواز پیش کیا تھا یوں جیسے آج تو اس کے دل سے تمام تر غلطی فہمیاں دور نکال پھینکے گی۔ مگر وہ اس بار بھی بری طرح ناکام رہی تھی۔

"محبت کیا ہوتی ہے انا، میرا نہیں خیال حقیقی زندگی میں کوئی سر و پیر ہوتا ہے اس لفظ کا۔ یہ سب کتابی باتیں ہیں انا شاعروں اور غزلوں تک ہی اچھی لگتی ہیں۔"

"ایسا نہیں ہے اعینان."

"ایسا ہی ہے انا۔"

انا کے جواب پر وہ بھی دوبدو بولی۔

"بابا نے بھی تو کی تھی ماما سے محبت۔ پھر کہاں گئی ان کی وہ محبت، صرف بیٹا نہ ہونے پر ساری زندگی اپنی ماں کو میں نے اسی محبت کے دعوے دار شخص سے ذلیل ہوتے دیکھا ہے۔"

اب کی بار اعینان کے انداز پر انا کو خاصی ٹھیس پہنچی تھی۔

"ماما بابا کی بات الگ ہے۔ لیکن فلحال تمھیں ماما کی بات مان لینی چاہیے، وہ کچھ غلط تو

نہیں کہہ رہیں اعینان۔"

بحث کو سمیٹتے ہوئے انا نے اپنا جملہ ایک پھر دہرایا۔

"اور تمہیں صرف حقیقت مان لینی چاہیے انا۔"

وہ استہزائیہ انداز میں کہتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

انا محض لب بھینچتے بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

☆☆☆

www.novelsclubb.com